تعارف و تبصرۂ کتب

نام کتاب	:	کاروانِ رفتگاں
مصنف	:	مجیب اللہ ندوی
مرتب	:	محمد الیاس الاعظمی
ناشر	:	ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد، رشاد نگر، اعظم گڑھ، اترپردیش(انڈیا)
سالِ اشاعت	:	۲۰۰۸ء
صفحات	:	۲۷۱
قیمت	:	۲۰۰ ہندوستانی روپے
تبصرہ نگار	:	سفیر اختر*

مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی (م ۱۲ مئی ۲۰۰۶ء) دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل اور علامہ سیّد سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کے تربیت یافتہ عالم و مصنف تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہو کر سیّد صاحب کی خواہش پر دارالمصنفین-اعظم گڑھ سے وابستہ ہوئے، اور یہاں کے زمانۂ قیام (نومبر ۱۹۴۴-۱۹۶۷ء) میں ماہنامہ ''معارف'' کی مضمون نگاری کے ساتھ ساتھ ''اہل کتاب صحابہؓ و تابعین'' اور ''تبع تابعین (حصہ اوّل)'' کے نام سے دو وقیع تالیفات پیش کیں۔ ۱۹۶۷ء میں جامعۃ الرشاد-اعظم گڑھ سے اس طرح وابستہ ہو گئے کہ جامعۃ الرشاد اور اُن کا نام لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر گیا۔ فروری ۱۹۸۱ء میں جامعۃ الرشاد کے ترجمان ''الرشاد'' کا اجراءعمل میں آیا جو آج بھی حسب سابق شائع ہو رہا ہے۔ ''الرشاد'' کو انہوں نے ''معارف'' کا مثنیٰ بنانے کی کوشش تو نہیں کی، البتہ ''معارف'' کے بعض مستقل عنوانات کو ''الرشاد'' میں شامل کر لیا تھا، ان میں سے ایک سفرِ آخرت پر روانہ ہونے والے احباب و رفقاء اور نامور اہل علم و دانش کے ذکرِ خیر کے لیے ''وفیات'' کا عنوان تھا۔ ''الرشاد'' میں زیادہ تر اُنہوں نے خود ہی اس عنوان پر قلم اُٹھایا۔ مرحومین کے حوالے سے انہوں نے اپنی یادداشتیں لکھیں، یادیں تازہ کیں، اور مرحومین کی حسنات پر روشنی ڈالی اور اُن کے قلمی سرمائے پر بے لاگ رائے دی۔ مولانا مجیب اللہ ندوی کی رحلت پر اُن کے شاگردِ رشید اور ''الرشاد'' کی ترتیب و تدوین میں اُن کے معاون جناب محمد الیاس الاعظمی نے ''وفیات'' پر اُن کی جملہ تحریریں زیرِ نظر کتاب

☆ سابق چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

''کاروانِ رفتگاں'' میں یک جا کر دی ہیں۔ اِس انداز کی اُن کی اوّلیں تحریر، جو مولانا شبلی فقیہ کی رحلت پر ''معارف'' میں شائع ہوئی تھی، موضوع کی مناسبت سے اِس مجموعے کے آغاز میں درج کر دی گئی ہے۔

''کاروانِ رفتگاں'' میں ۱۲۰ افراد کے بارے میں لکھا گیا ہے، ان میں وہ اہل قلم بھی ہیں جن سے مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی نے فیض پایا، اُن کے دامن سے اپنی وابستگی کو باعث افتخار جانا، اور وہ بھی ہیں جن سے اُنھوں نے اختلاف کیا۔ بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی۔ برصغیر کے معروف و کم معروف افراد ہیں، اور مسلم دُنیا کے مشاہیرِ علم و ادب بھی۔ مختلف افراد پر لکھتے ہوئے حافظ صاحب نے اُن سے اپنے تعلق، اِس کی طوالت اور نوعیت کے تحت تھوڑا یا زیادہ لکھا ہے۔ بعض حضرات کے بارے میں دوچار پیراگراف ہی ہیں جب کہ چند بزرگوں کے بارے میں پانچ سات سے لے کر دس پندرہ صفحات تک بھی لکھے گئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے عشقِ نبویؐ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ صاحب نے لکھا ہے:

> علمی حیثیت کے ساتھ ان کو دین اور اس کی قدروں خاص طور پر حضور اکرمﷺ کی ذاتِ گرامی سے ایک عشق تھا۔ ۱۹۴۴ء کی بات ہے کہ وہ حضرت سیّد سلیمان ندویؒ سے ملاقات کے لیے دارالمصنفین تشریف لائے۔ حضرت سیّد صاحب اپنے کمرہ میں مشغول تھے، انھوں نے کتب خانہ کی عمارت میں پہنچنے سے پہلے جوتے باہر اُتار دیے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ جوتا پہنے آیے، مگر انھوں نے کہا کہ جہاں سیرت نبویؐ لکھی گئی، وہاں میں جوتا پہن کر جاؤں! (ص ۲۵۰)

اپنے رفیقِ کار سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کے بارے میں بتایا ہے کہ ''علامہ شبلی اور سیّد صاحب [سیّد سلیمان ندوی] سے ان کو والہانہ تعلق تھا، جب کبھی شبلی اور سیّد صاحب پر وہ کوئی مقالہ لکھنے یا تقریر کرنے کی کسی اہل علم سے فرمایش کرتے تو یہ شرط لگا دیتے کہ ان بزرگوں کے خلاف کوئی فقرہ اور جملہ تقریر یا تحریر میں نہ آنے پائے۔'' (ص ۶۹)

سیّد سلیمان ندوی کی اہلیہ کے سانحۂ ارتحال پر مرحومہ کی سلیقہ مندی کے ضمن میں یہ اطلاع دی ہے: ''سیّد صاحب کو دارالمصنفین کے آخری زمانہ یعنی ۱۹۴۶ء میں صرف ڈھائی سو روپے ماہوار دارالمصنفین سے ملتے تھے، مگر اُن کی سلیقہ مندی تھی کہ سیّد صاحب کی ظاہری نظافت و صفائی سے کوئی یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اتنا کم معاوضہ پاتے ہیں۔'' (ص ۶۲)

علمی معاملات کے حوالے سے متعدد افراد کی تالیفات اور افکار پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی (م ۱۹۸۷ء) پر انھوں نے اپنے شذرے میں لکھا ہے کہ جب ادارہ ثقافتِ اسلامیہ-لاہور کی جانب سے ان کی کتاب ''مسئلہ اجتہاد'' شائع ہوئی تو اس کے بہت سے مندرجات پر مولانا مجیب اللہ نے تنقید کی۔ پاکستان میں یہ تنقید بعض دوسرے رسائل کے ساتھ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے ماہنامہ ''رحیق'' (لاہور) میں بالاقساط شائع ہوئی تھی۔ حافظ مجیب اللہ کے بقول: ''مولانا [محمد حنیف ندوی] نے اس کو برا نہیں مانا، بلکہ خط لکھ کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔'' (ص ٦۵)

حافظ صاحب مولانا امین احسن اصلاحی کے تفردات کے بھی ناقد ہیں۔ اُن کی شخصیت پر لکھتے ہوئے حافظ صاحب نے اپنی یہ رائے نقل کی ہے:

> عام طور پر مولانا [اصلاحی] کی علمی و ادبی صلاحیت پر جذباتیت اور صحافی رنگ غالب رہتا تھا جو اُن کی ہر تحریر و تقریر میں محسوس ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ احساسِ برتری اور ادعا کا انداز بھی اُن کی تحریروں اور تقریروں میں بہت زیادہ نظر آتا ہے جس کی وجہ سے قدیم مفسرین اور محدثین کی رایوں کو وہ کم ہی اہمیت دیتے تھے۔ پھر جب ان کی علمی حیثیت پر جذبات کا غلبہ ہوتا تھا تو ان کی تحریریں اور بات چیت عامیانہ رنگ اختیار کر لیتی تھی.... عام طور پر اپنی تفسیر میں عربیت کے ذوق کی بات کر کے بغیر حوالہ وہ کسی لفظ یا آیت کی اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ اُن کے سامنے سارے مفسرین بونے نظر آتے ہیں۔ مولانا جلیل احسن ندوی صاحب مرحوم نے ایسے مقامات کی اچھی گرفت کی ہے جو ماہنامہ ''زندگی'' میں کئی قسطوں میں شائع ہو چکی ہے۔ (ص ۱۷۹)

شیخ ناصر الدین البانی (م ۱۹۹۹ء) عہد حاضر کے معروف محدث تھے، اُن کے سلسلۂ احادیث ضعیفہ و صحیحہ کو خاصی قبولیت حاصل ہوئی ہے، مگر حافظ مجیب اللہ ندوی کی بعض دوسرے حضرات کی طرح یہ رائے ہے کہ اُنھوں نے بعض اوقات انتہا پسندانہ رائے کا اظہار کیا ہے۔ ''مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے بڑی تحقیق سے ترمذی کی شرح لکھی ہے اور بہت سی حدیثیں جن کو ضعیف کہا جاتا ہے، ان کو قوی اور حسن تک قرار دیا ہے، مگر البانی صاحب نے اُن کو موضوع قرار دے دیا ہے۔'' (صفحات ۲۰۹-۲۱۰)

مولانا شہاب الدین ندوی (م ۲۰۰۲ء) کی یاد میں لکھتے ہوئے ان کی کتابوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا: ''قرآن اور سائنس کے موضوع سے اُن کی دلچسپی نے ان کے قلم سے کئی بہت مفید کتابیں

لکھوائیں۔ اس دور میں انہوں نے قرآن اور کائنات کے موضوع پر بہت سے منفرد کام کیے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ان کے کام کی جتنی قدردانی ہونی چاہیے، وہ نہ ہوسکی۔'' (ص ۲۴۶)

مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی کو اپنے شاگردوں اور خردوں میں جس سے سب سے زیادہ لگاؤ تھا، وہ ڈاکٹر مشیرالحق مرحوم تھے۔ اُن کی رحلت پر تحریر کا عنوان رکھا: ''آہ! عزیزی مشیرالحق مرحوم''۔ ۵۳ برس کے تعلق خاطر کے حوالے سے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ دونوں حضرات کے عالمانہ رویے کا اظہار ہے۔ مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی جس ماحول کے فرد تھے، ڈاکٹر مشیرالحق اس سے نکل گئے تھے، اور امت مسلمہ کے دینی مسائل کے حوالے سے اُن کی اپنی آراء تھیں۔ حافظ صاحب کے نزدیک یہ اُن کا ''فکری انحراف'' تھا (ص ۹۲)، مگر جب ''الرشاد'' کا اجراء عمل میں آیا تو ڈاکٹر صاحب سے پوچھے بغیر اُن کا نام رسالے کی مجلس ادارت میں ڈال دیا گیا۔ مشیرالحق مرحوم کو احساس تھا کہ حافظ صاحب کو اُن کا نام مجلس ادارت میں شامل کرنے پر کہیں معاصرین کی ملامت نہ سننا پڑے، اِس پر حافظ صاحب کا جواب تھا: ''نام [مجلس ادارت میں] اِس لیے ڈال دیا ہے کہ تمہارے اشہب قلم پر کچھ لگام لگی رہے'' (ص ۹۴)۔ حافظ صاحب اسلامی مسائل سے متعلق مشیرالحق مرحوم کی بعض منفرد توجیہات و تعبیرات کے باوجود یہ گواہی دیتے ہیں کہ ''اسلامی عقائد میں اُن کے اندر کوئی تزلزل اور اعمال میں کوئی بڑی خامی نہیں پیدا ہوئی۔ نماز و روزہ کے انشراحِ قلب کے ساتھ پابند رہے''۔ (ص ۹۲)

''کاروانِ رفتگاں'' کے مطالعے سے واضح ہے کہ یہ مجموعہ بھی اپنے پیش رو مجموعوں ''یادِ رفتگاں'' (سیّد سلیمان ندوی) اور ''بزمِ رفتگاں'' (سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن) کے سلسلے کی حالیہ کڑی ہے، اور ندوی برادری کے اندازِ فکر و نظر کی بہت حد تک ترجمان!

☆☆☆☆☆☆☆